تبصرے

نیاز فتحپوری مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی ۔ **حیرت شملوی اکادمی ، محمد آباد ، ضلع رحیم یار خان (مغربی پاکستان) ۔ صفحات ۸۸ ۔ قیمت ۲ روپے ۔**

یہ مختصر سا رسالہ حضرت نیاز فتحپوری مرحوم کے حالات زندگی کے چند پہلوؤں پر مشتمل ہے ۔ کچھ حالات تو متفرق مطبوعہ مضامین سے اخذ کیے گئے ہیں اور کچھ مؤلف کی ذاتی واقفیت پر مبنی ہیں ۔

ایک دور تھا جب نیاز مرحوم نے مذہب اور اسلام کے متعلق اپنی علیحدہ روش پر لکھنا شروع کیا اور ہر طرف سے یلغار ہوئی اور پھر نیاز صاحب نے سجدۂ سہو ادا کیا ۔ ان تمام واقعات کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور نیاز صاحب کے طرز فکر کی حمایت میں شوکت سبزواری کا یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے : ''نیاز کے اسلام کی بنیاد فکر پر ہے اور ایک عام مسلمان کے اسلام کی بنیاد جذبے پر'' (صفحہ ۱۱) ۔ یہاں فکر اور جذبے کو اس طرح پیش کیا گیا ہے گویا یہ دو متضاد چیزیں ہیں جو یکجا نہیں ہو سکتیں ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب نام ہی فکر و جذبے کے یکجا ہونے کا ہے ۔ محض فکر کا مظہر فلسفہ ہے جس سے آج تک انسانی معاشرے نے ہدایت اور رہنمائی حاصل نہیں کی ۔ مذہب یا اسلام کی بنیاد محض فکر پر رکھنے کا دعویٰ محض لفظوں کا ہیر پھیر اور بےحقیقت ادعا ہے ۔

بعض جگہ کچھ لوگوں کے متعلق ایسے انداز میں گفتگو کی گئی ہے جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ۔ مثلاً صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں : ''رشک و حسد اور بغض معاویہ کی متعدد روایات . . . صاحب سے منسوب ہیں ۔''

اس کے بعد کچھ خطوط ہیں جو نیاز صاحب نے مؤلف کے نام مختلف وقتوں میں لکھے ۔ ان میں چھٹا خط (صفحہ ۶۵) خاص طور پر دلچسپ ہے جس سے نہ صرف نیاز صاحب کی فکری اُپج بلکہ ان کی نفسیاتی کیفیت کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے ۔ فرماتے ہیں : ''میں خدا کے وجود کا قائل ہوں لیکن ایک 'قوت

بے پایاں' کی حیثیت سے میں اسے فریدوں ، کیخسرو ، چنگیز و ہلاکو نہیں سمجھتا جو غصہ بھی کر سکتا ہے اور خوش بھی ہو سکتا ہے ۔ وہ نہ ہماری عبادت کا محتاج ہے اور نہ ہماری سرکشی پر برہم ہوتا ہے ۔ وہ بے نیاز مطلق ہے اور ہماری التجائیں وہاں باریاب نہیں ہو سکتیں ۔ وہ ایک قوت ہے جو نظام عالم کے قیام کی ذمہ دار ہے اور جو اصول اس نے مقرر کر دیے ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ۔ وہ نہ جذبہ رحم رکھتا ہے اور نہ جذبہ انتقام ۔ بہشت و دوزخ اس کے یہاں کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ جو جیسا کرے گا اس دنیا میں اس کا نتیجہ پائے گا ۔ دنیاوی زندگی کے بعد روح کا وجود بھی جسم ہی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے ۔ حشر و نشر بالکل مہمل عقیدہ ہے ۔''

خدا کے متعلق یہ عقیدہ یورپ کے انیسویں صدی کے Deists کے عقاید کا چربہ ہے ۔ یہ انکار دین اور انکار خدا کی ابتدائی منزل تھی اور خدا کے متعلق ایسا نظریہ صرف وہی شخص رکھ سکتا ہے جو دین (اس سے مراد صرف اسلام نہیں) کی صحیح روح سے بے بہرہ ہو یا بے بہرہ رہنا چاہتا ہو ۔

کتابچے کے آخری حصے میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا مضمون مع خطوط شامل ہے جس میں نیاز صاحب کے سفر کیمبل پور کا قدرے مفصل ذکر موجود ہے ۔

کتابچہ واقعی دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے ۔

نوازش نامے مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی ۔ حیرت شملوی اکامی ، محمد آباد ، مغربی پاکستان ۔ صفحات ۸۷ ۔ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ۔

یہ کتابچہ مختلف خطوط پر مشتمل ہے ۔ لکھنے والوں میں عبدالمجید سالک ، ہاشمی فرید آبادی ، محمد امین زبیری ، مجید لاہوری وغیرہ اشخاص شامل ہیں ۔ پیش لفظ میں مؤلف نے اپنا نقطہ نگاہ یوں واضح کیا ہے کہ : ''میں تصویر کے دونوں رخ دیکھنا پسند کرتا ہوں ۔ گو اس مجموعے میں مجھے مجید اور مولانا آزاد کے صرف ایک ہی رخ پر ہلکی سی بحث کرنا پڑی . . . مولانا آزاد تو کسی طرح درجہ ولایت سے اترتے ہی نہیں'' ۔ یعنی مقصد یہ ہوا کہ ابوالکلام آزاد کو درجہ ولایت سے اتار کر گنہگاروں میں شامل کر دیا جائے ۔

یہ کتابچہ محض خطوط کا مجموعہ نہیں بلکہ خطوط کے ساتھ ساتھ مؤلف کے تاثرات بھی موجود ہیں جن سے اس کی قدر و قیمت میں یقیناً کافی اضافہ ہوا ہے ۔ ہاشمی فرید آبادی کے خطوط کے ساتھ ان کا ایک مختصر مضمون ''اعجاز سخن ،

اعجاز سخن" کے عنوان سے شامل کر دیا گیا ہے - محمد امین زبیری کے خطوط کے شروع میں ان کی تصنیف "خدوخال اقبال" کا ذکر خیر بھی موجود ہے - بعض لوگ شاید اس میں اپنی عظمت محسوس کرتے ہیں کہ اچھے لوگوں کی برائیوں کو ظاہر کر کے ان کی عظمت کو بزعم خود نقصان پہنچائیں اور اس طرح اس عظمت میں سے کچھ حاصل کر سکیں جو وہ اپنی فطری نااہلیت کے طفیل حاصل کرنے کے اہل نہیں ہوتے - مؤلف نے محمد امین زبیری کا تعارف کراتے ہوئے شاید طنزیہ انداز میں خوب کہا ہے کہ یہی وہ زبیری ہیں جن کے طفیل اردو ادب میں "مکاتیب شبلی بنام عطیہ کا گراں بہا اضافہ ہوا" (۵۷-۵۸) - ایک دور تھا جب ایک سی ایس پی (CSP) افسر نے (جو اب ریٹائر ہو چکے ہیں) لادینیت (Secularism) کی حمایت میں علمائے اسلام کے خلاف کتابیں لکھوانی چاہیں تو یہی محمد امین زبیری تھے جنھوں نے بڑے جوش و خروش سے اپنے آپ کو اس کام کے لیے پیش کیا تھا - کچھ اقتباسات زبیری صاحب کے خطوں سے ملاحظہ کیجئے -

"خد و خال اقبال" بڑی معرکہ آرا کتاب ہوگی - پاکستان یا تقسیم ہند کا تو دور کا واسطہ بھی نہیں - یہ صرف بزم اقبال (لاہور) وغیرہ کا پروپا گنڈا ہے - (صفحہ ۵۸-۵۹)

"علامہ اقبال پر میری تنقید شاعرانہ نہیں بلکہ علامہ اقبال کی سیرت پر جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان پر انھی کے خطوط سے تنقید ہے . . . سیاست میں وہ معمولی آدمی ہیں ، مگر پروپا گنڈا نے ان کو ہیرو بنا کر تصور پاکستان ان سے ہی منسوب کر دیا -" (۵۹-۶۰)

"آج کل اقبال کو انبیاے کرام کی صف میں ان کے سیرت نگاروں نے شامل کر دیا ہے - غلط واقعات اور تدلیس کے علاوہ واقعات کو بنایا گیا ہے - جہاں تک شاعری کا تعلق ہے جس قدر تعریف کی جائے بجا ہے" (۶۳) -

اندلس : تاریخ و ادب (۹۱ - . . ۳ھ) تصنیف ڈاکٹر سید محمد یوسف ، پروفیسر عربی جامعہ کراچی - مدینہ پبلشنگ کمپنی ، بندر روڈ کراچی - مجلد ، صفحات ۱۵۹ - قیمت چھ روپے -

یہ کتاب بقول ناشر اس نیک مقصد کو سامنے رکھ کر تیار کروائی گئی ہے کہ "قوم کی علمی و ثقافتی زندگی" کے بہترین نمونے پیش کیے جا سکیں - فاضل مصنف نے اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بہت اچھا موضوع منتخب کیا

ہے ۔ پیش لفظ میں فرماتے ہیں کہ اسلامی علوم کے نشو و ارتقاء پر نظر کی جائے تو معلوم ہو گا کہ ادب اور تاریخ کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے . . . مسلمانوں کی تاریخ کے مصادر اور مراجع ، ادب کا بہترین ذخیرہ ہیں ۔ چنانچہ یہ کتاب اندلس میں اسلامی دور کے ادب اور تاریخ کا ایک عمدہ امتزاج ہے ۔

عبدالرحمٰن الداخل کے ذکر میں مصنف نے ایک واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ۔ الداخل نے اندلس کے سبزہ زاروں میں ریگ زار عرب سے کھجور کا ایک پودا منگا کر اپنے محل کے سامنے لگوایا تھا ۔ اس پر اس نے چند شعر کہے ہیں جن کا اُردو ترجمہ مصنف نے یوں پیش کیا ہے :

ایک کھجور کا درخت الرصافہ کے بیچ میں میرے پیش نظر ہے ۔
جو ارض مغرب میں آ کر نخل کی سرزمین سے دور ہو گیا ہے ۔
میں نے کہا : تو بھی میری ہی طرح ہے ، غربت میں ، فراق میں
اور اپنے آل اولاد سے طول طویل دوری میں ۔
تو نے ایسی سرزمین میں پرورش پائی ہے جہاں تو غریب الوطن ہے
دوری اور جدائی میں تیری مثال ویسی ہی ہے جیسی کہ میری ۔
صبح کے بادل تجھے بارش سے سیراب کریں
وہ بارش جو موسلادھار ہوتی ہے اور سماکین سے مسلسل پانی لے کر نیچے گراتی ہے ۔

اس کے بعد فاضل مصنف نے اقبال کا آزاد ترجمہ نقل کیا ہے (بال جبریل ، ۱۳۸) :

میری آنکھوں کا نور ہے تو — میرے دل کا سرور ہے تو
اپنی وادی سے دور ہوں میں — میرے لیے نخل طور ہے تو
مغرب کی ہوا نے تجھ کو پالا — صحرائے عرب کی حور ہے تو
پردیس میں ناصبور ہوں میں — پردیس میں ناصبور ہے تو
غربت کی ہوا میں بار ور ہو — ساقی تیرا نم سحر ہو !

اسی طرح صفحہ ۲۳ - ۲۴ میں اندلس کی تاریخ سے ''شاہین'' کا تصور اور عبدالرحمٰن الداخل سے اس کا انتساب۔اقبال کے ہاں تصور شاہین سے بڑی مناسبت رکھتا ہے ۔ چنانچہ فاضل مصنف لکھتے ہیں ''صقر (شاہین) رمز ہے ان تمام صفات کا جو عبدالرحمن الداخل کی سیرت اور اس کے کارناموں میں جلوہ گر ہیں ۔ ان کو سامنے رکھئے تو یہ معلوم ہوگا کہ اقبال کا شاہین اسی صقر قریش کا چربہ ہے۔ . . . یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اندلس کی تاریخ و ادب اور آثار اقبال کے لیے خاص طور

پر مصدر الہام تھے۔''

اسی بنا پر فاضل مصنف نے الزہراء کی تعمیر پر خلیفہ الناصر لدین اللہ اور منذر بن سعید البلوطی کی بحث کے دوران یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اقبال کی مشہور نظم ''مسجد قرطبہ'' کے بعض اشعار نفح الطیب (اندلس کی مشہور عربی تاریخ) کے اس بیان کردہ واقعہ کے زیر اثر لکھے گئے ہیں (۶۶ - ۷۱) ۔
آخر میں مستند تاریخوں سے ستر اقتباسات (عربی) دیے گئے ہیں ۔

برصغیر میں مسلم قومیت کے تصور کا ارتقاء از محمد الیاس فارانی ۔ ادارہ مطبوعات پاکستان ، کراچی ۔ صفحات ۲۰۹ ۔ قیمت تین روپے ۔

یہ موضوع بہت اہم ہے اور اس کے متعلق جتنی بھی اچھی کتابیں لکھی جائیں بہتر ہے ۔ یہ کتاب بھی اس اہم مقصد کو کافی عمدگی سے پورا کرتی ہے ۔ مؤلف نے اس کتاب کی تصنیف کا مقصد بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ''ہم نے بہ حیثیت قوم کے اس برصغیر پر کیا اثرات چھوڑے ہیں ۔ ہمیں کن کن محاذوں پر اپنے حریفوں کا مقابلہ کرنا پڑا ، نظریاتی محاذ پر خاص طور پر ۔ تاریخی اور سیاسی واقعات کی نسبت نظریاتی تبدیلیوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے ۔ یہی پاکستان کے معرض وجود میں آنے کی اصل وجہ ہے ۔''

ابتدائی ابواب میں جہاں ہندوؤں کی تہذیب اور علمی کارناموں وغیرہ کا ذکر ہے ، مؤلف نے ان کے حقیقی کارناموں کو گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ بہتر یہ ہوتا کہ مستند ہندو مصنفین کی کتابوں کے حوالوں سے ان کی تہذیبی تاریخ اور خواص کی تفصیل مہیا کی جاتی ۔ مثلاً یہ دعویٰ کرنا کہ ''اس خاصیت سے جس کا نام مادۂ تخلیق ہے اور جس کے اوپر علوم کا دارو مدار ہے (ہندو دماغ) بالکل عاری ہے ، ہمیشہ سے ہندوؤں میں اصلی علوم کی کمی رہی ہے'' . . . (صفحہ ۲۸ ، بحوالہ تمدن ہند) ایک متعصبانہ غلط بیانی سے زیادہ نہیں ۔

صفحہ ۳۳ پر بھگتی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مؤلف نے اس کے اثرات کا بڑی عمدگی سے تجزیہ کیا ہے ۔ اس تحریک کا صحیح مقصد ہندوؤں کو اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر سے بچانا تھا اور اس میں وہ یقیناً کامیاب بھی ہوئے لیکن اس کے بعد یہ کہنا کہ ''علماء اسلام نے فوراً ہی اس خطرے کو بھانپ لیا اور سختی سے اس کی مخالفت شروع کر دی'' (صفحہ ۳۳) صحیح نہیں ۔ بھگتی تحریک نے جہاں ہندوؤں کو مسلمان ہونے سے روکا وہاں مسلمانوں کے ذہن میں اسلام کی خصوصی تعلیمات کے متعلق شکوک پیدا کیے ۔ وحدت الوجود کی

تعلیم کے زیر اثر تمام مذاہب کو یکساں سمجھنے سے یقیناً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے میں کیا خصوصیت ہے؟ یہ تصور ہندوستان میں مسلمان صوفیا کے ہاں اکثر پایا جاتا ہے اور یہ خطرناک خیال اسی بھگتی تحریک کی پیداوار تھا۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے اس تحریک کے خطرناک اثرات کو روکنے کی کوشش کی لیکن تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثرات اگر رکے تو صرف محدود وقت کے لیے۔ ہندوستان میں کچھ مسلمان صوفیا ایسے موجود رہے جنہوں نے بھگتی تحریک کے اثرات کو پختہ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔

مسلمانوں کی جد و جہد آزادی میں جہاں سرسید احمد خان اور ان کے ساتھیوں کا ایک بلند مقام ہے وہاں دیو بند اور ندوۃ العلماء کا بھی خاصا اونچا مقام ہے۔ کتاب میں ان دونوں اداروں کا ذکر بالکل مختصر کیا گیا ہے جس سے قارئین کے ذہن میں ایک غلط نقشہ قائم ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء نے ان اداروں کے ذریعہ جو خدمت کی ہے وہ کسی لحاظ سے بھی کم نہیں بلکہ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ان کی قدر و قیمت کہیں زیادہ ہے۔

قائد اعظم کے ذکر (۱۵۲ - ۱۵۵) میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کے خطبے کے اقتباسات دینے کے بعد تحریک خلافت اور گول میز کانفرنس کا ذکر تاریخی طور پر صحیح ترتیب میں نہیں۔ اس میں ترمیم ضروری ہے۔

کتابت کی غلطیاں کہہ لیجیے یا تصحیح سے بے اعتنائی کہہ لیجیے، بعض جگہ مضحکہ خیز چیزیں بھی موجود ہیں: مثلاً صفحہ ۷۳ پر "۱۷۵۷ء میں اورنگ زیب کا انتقال ہوتے ہی . . . ." یہاں ۱۷۵۷ بالکل غلط ہے۔

مآثر الامراء مولفہ صمصام الدولہ شاہنواز خان ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ جلد اول صفحات ۸۲۳۔ معہ ضمیمہ جات اور اشاریہ۔ قیمت ۱۵ روپے۔

اصل فارسی کتاب کی قدر و قیمت تو مسلم ہے لیکن مجھے یہاں اس کے اردو ترجمے کے متعلق کچھ کہنا ہے۔

فارسی اور عربی کی کلاسیکی کتابوں کے اردو تراجم ہمارے لیے ناگزیر ہیں۔ ہمارے اسلاف نے ہر موضوع پر بہت شاندار کام سر انجام دے ہیں اور ضروری ہے کہ اس تمام مواد کو اردو زبان میں جتنا جلدی منتقل کر دیا جائے بہتر ہے۔ لیکن ترجمے کے اس کام میں مترجم کی بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر محض مالی منفعت کو مد نظر رکھتے ہوئے ناشر اور مترجم ان مستند کتابوں کے انٹ شنٹ ترجمے

چھاپتے رہے تو علم و عرفان کا یہ چشمہ یقیناً گدلا ہو کر ہماری آئندہ نسلوں تک پہنچے گا ۔ بے شمار ترجمے ایسے شائع ہو چکے ہیں جن میں ہزاروں غلطیاں موجود ہیں اور جو مصنف کا صحیح نقطہ نگاہ پیش نہیں کر سکے لیکن بد قسمتی سے ناشرین نے انھیں شائع کر دیا ہے اور وہ اب ہمارے کتب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں ۔

اہل علم حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کوشش کریں کہ اس طرح کے غیر مستند ترجمے شائع نہ ہوں ۔

زیر نظر ترجمہ ایک وقیع ادارے کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور مترجم نے بھی پوری ذمہ داری سے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے جس پر بقول ان کے کم و بیش دو سال صرف ہوئے ۔ اصل کتاب کی افادیت میں مختلف حاشیوں سے اضافہ کیا گیا ہے ۔ اگر متن کے فارسی اشعار کا اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا جاتا تو بہت بہتر ہوتا ۔

اُمید ہے کہ ادارے کی طرف سے اسی طرح کے اور تراجم بھی شائع ہوتے رہیں گے ۔

خواجہ بدر

مکتوبات اقبال

بنام سید نذیر احمد نیازی

اقبال کے خطوط کا ایک مجموعہ جس میں مرتب نے اپنے تشریحی حواشی سے اُس دور میں اقبال کی زندگی اور ان کے خیالات کا نقشہ پیش کیا ہے ۔

سائز : ۱۸ × ۸/۲۲ ، صفحات : ۳۷۲ ، مجلد قیمت : 5-50

اقبال اکادمی ، کراچی

IQBAL ACADEMY PAKISTAN LIBRARY Acc No. 32678 LAHORE